

اشارات

کوسووا کا الیہ

امت پہ ترین آکے عجب وقت پڑا ہے

ڈاکٹر انیس احمد

دور جدید کی تاریخ میں جنگ عظیم اول دنیا کے نقشے پر ہونے والی تبدیلیوں کے حوالے سے غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔ کہا جاتا ہے کہ بلقان کے علاقے نے جنگ عظیم کے واقع ہونے میں ایک بارودی سرگز کا کام کیا تھا۔ آج جب اس واقعے کو ۸۵ برس گزر چکے ہیں تاریخ پھر ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے جہا دوبارہ بلقان کا علاقہ عالمی توجہ کا مرکز ہنا ہوا ہے۔ اگرچہ اس طویل تاریخی عمل میں کرواروں کے چہرے تبدیل ہو گئے ہیں، باس ہمہ تاریخی عوامل میں یورپی معاشرت نظر آ رہی ہے۔ ۸۷۸ کے میثاق برلن کے ذریعے یورپ سے سلطنت عثمانیہ کے اثر و نفوذ کو ختم کرنے اور نسلی بنیاد پر ریاستوں کے قیام کی مغربی حکمت عملی کا آغاز ہوا اور باہمی اختلافات کے باوجود اٹلی، روس، جرمنی، برطانیہ اور فرانس نے سلطنت عثمانیہ کو کمزورے کرنے کی کوششوں میں مکمل تعاون اور ایک جتنی کاظما ہرہ کیا۔

الکفر ملة واحدہ کے اصول کی تصدیق بوسنیا ہرزی گوونا اور کوسووا میں یورپی اقوام کے رو عمل سے بہت کمل کر سامنے آ چکی ہے۔ گو انسانی ہمدردی کی بنیادوں پر بعض یورپی اقوام نے مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کی نہیں کی، لیکن یہ نہیں کرنے والے بھی یورپ میں ایک مسلم ریاست کے قیام کو ذہنا اور عملاً ماننے کو تیار نہ ہو سکے اور اس امکان کو کمزور سے کمزور تر بنانے میں باہمی تعاون کرتے رہے۔ حالات کا تجزیہ کیا جائے تو اصل مسئلہ یہی نظر آتا ہے کہ جبر و تشدد، انتقال آبادی، سیاسی عدم استحکام، معافی دہاؤ بلکہ استھان اور ناکہ بندی، غرض کسی بھی حریبے کے ذریعے یورپ کی سر زمین میں مسلم ریاست کے

قیام کے راستے کو مسدود کیا جائے۔ اس گھرے تعصّب اور عدم رواداری کی ایک اور یورپی مثال ترکی میں وزیر اعظم عجم الدین اربکان اور ان کی پارٹی کے خلاف کارروائی ہے۔ ان کا سب سے بڑا جرم یہ تھا کہ ایک ایسے ملک میں جو دستوری طور پر خود کو سیکولر کرتا ہے، انہوں نے اپنے مسلمان ہونے پر فخر کا اظہار کیا اور مسلم ممالک کے درمیان معاشی رابطے و تعاون کے اصول کو اپنانا چاہا۔ جسموری روایات کو پالال کرتے ہوئے انھیں اقتدار سے محروم کیا گیا حتیٰ کہ تانسو چل جیسی مغرب زدہ نائب وزیر اعظم کو بھی اس حقیقت کا ادراک ہو گیا کہ ترکی اپنے سفید قام اور سیکولر ہونے کے باوجود یورپی برادری کو اپنے یورپی ہونے پر قائل نہیں کر سکتا اور جب تک ترکوں کا رشتہ، خواہ وہ کتنا کمزور ہی کیوں نہ ہو، اسلام کے ساتھ رہے گا، یورپ انھیں غیر انجینی ہی سمجھتا رہے گا۔

کوسووا چودھویں صدی میں سلطنت عثمانیہ کے زیر اثر آیا۔ ۲۸ جون ۱۳۸۹ کو عثمانیوں نے سربوں کو ٹکست فاش دے کر اس خطے میں اشاعت اسلام کا راستہ کھول دیا۔ یہ خطہ بھی دیگر اسلامی ممالک کی طرح رنگ، نسل اور خون کی تقسیم سے بالا ہو کر البالی، ترک اور مقامی افراد کی یکجہائی کا مظہر بن گیا اور بے شمار مقامی افراد بھی دائرہ اسلام میں داخل ہونے شروع ہو گئے۔ ۶۰۰ سال کے عرصے میں اس خطے میں کوسووا مانشی نیکرو، مقدونیہ اور دیگر ریاستوں میں مسلم آبادی میں نمایاں اضافہ ہوا اور آج کو ۹۱ فی صد مسلمان اور صرف ۹ فی صد سرب آبادی پر مشتمل ہے۔

۱۹۹۳ء میں جنگ بلقان کے نتیجے میں کوسووا ۲۰۰ سال بعد سربوں کے زیر تسلط آیا۔ یوگوسلاویہ کی فیڈریشن بننے پر اشتراکی آمر مارشل نیٹونے مسلمانوں کی تحریک آزادی کے پیش نظر کوسووا کو کتفیڈریشن میں داخلی طور پر خود مختار تسلیم کیا، لیکن ۱۹۹۰ء میں حقوق انسانی کے قاتل میلاسوج نے ترکوں کے ہاتھوں سربیا کی ٹکست کی چھ سو سالہ تقریب کے موقع پر تمام منتخب اداروں کے توڑے اور اس کی خود مختاری کے خاتمے کا یکطرفہ اعلان کر دیا مگر کوسووا کے باشندوں نے اس آمرانہ فصلیٰ کو تسلیم نہیں کیا اور ۱۹۹۲ء میں ایک ریفرنڈوم کے نتیجے میں ۹۹ فی صد آبادی کی رائے اور جماعت سے آزاد جسموریہ کوسووا کے قیام کا اعلان کر دیا۔ ۱۹۹۸ء میں دوبارہ انتخابات ہوئے اور ابراہیم روگووا کو صدر منتخب کیا گیا۔

سربوں نے کوسووا کے انتخاب اور ریفرنڈوم کو ماننے سے انکا کیا اور کوسووا کو جاریت، اشتو اور اتحصال کا نشانہ بناتے ہوئے اپنی مسلح افواج کے ذریعے قتل و غارت، بوٹ مار، اور ظلم و جبر کے ذریعے آبادی کے انخلاء کا سلسلہ شروع کر دیا۔ زبردستی ہونے والے آبادی کے اس انخلاء کے بظاہر یہ مقاصد ہیں:

- اول: کوسووا کے باشندوں کو البالی قرار دے کر ان کے پیدائشی انسانی حقوق سے محروم کرتے ہوئے

ملک بدر کر کے منتشر کر دیا جائے تاکہ وہ اس جلاوطنی اور انتشار (Diaspora) کے نتیجے میں خانہ بدوسی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوں جیسا کہ قسطنطینیوں کے ساتھ صیہونیوں نے کیا تھا۔

دوم: مسلمانوں کو ملک بدر کر کے سنگلائخ اور برف پوش علاقوں میں بیسیوں میل پیدل بغیر کسی غذا اور دوا کے سفر کی احتلاو مشقت میں ڈال کر، لاکھوں افراد کو فطری طور پر زندگی سے محروم کر دیا جائے اور اگر ان میں سے کچھ زندہ نجع جائیں تو ان کے سرکاری شاختی کاغذات ان سے چھین کر یا ضائع کر کے انھیں کوسووا اپس آنے سے محروم کر دیا جائے۔

سوم: مستقبل کے نقشے کو سمجھنے کی ضرورت ہے جس کے لیے بوسنیا ماذل کا کام دے رہا ہے۔ جو کچھ بوسنیا میں ہوا وہی ضروری فرق کے ساتھ کوسووا میں کیا جا رہا ہے۔ پہلے بڑے پیلانے پر قتل و غارت گری کا بازار گرم کیا گیا۔ اس کے بعد بوسنیا کے مسلمانوں کو منتشر اور تتر بتر کیا گیا اور بالآخر تین علاقوں میں آبادی کو منقسم کر کے کروشیا کے ساتھ ایک ایسے الحال میں پاندھ دیا گیا کہ مسلمان کبھی بھی غالب عصر اور کار فرما طاقت نہ بن سکیں۔ یہ سب کچھ صلح و امن اور یورپی جمہوری اقدار کے نام پر معاہدہ ذراستن کے ذریعہ مسلط کیا گیا۔ بالکل اسی طرح کا نقشہ اب کوسووا کے لیے بنانے کے صرف منصوبے ہی نہیں ہیں، عملان پر کام شروع ہو گیا ہے۔ صاف نظر آرہا ہے کہ کوسووا سے مسلمانوں کے اس بے بی اور مظلومی کے ساتھ انخلا کے بعد جس کا تمثیل ناٹو، مغربی اقوام اور مسلمان ممالک سب دیکھ رہے ہیں اور جس میں ہوائی حملوں کے بعد اصل تیزی آئی ہے، بلکہ ایسا لگتا ہے کہ ہوائی حملوں کے پیچے ایک حکمت عملی یہ بھی ہے کہ اس علاقے کو پہلے مسلمانوں سے خالی کرالیا جائے۔ ان سطور کے لکھتے وقت تک مسلمان آبادی کا ۸۰ فی صد اپنے گھر یا رچنہوڑ چکی ہے۔ بڑی اکثریت البتایا میں پناہ گزیں ہوئی ہے جس ان کی حالت ناقابل بیان ہے۔ ایک حصہ مقدونیہ (Macedonia) میں نامطلوب مہمان (un wanted guest) کے طور پر گوارا کیا گیا ہے اور ان کو پناہ گزین کی صعوبتوں کے علاوہ ناپسندیدگی اور واپس جاؤ (go back) کے طعنوں کو بھی برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ کوئی دو لاکھ یورپ کے مختلف ممالک میں تتر بتر کر دیئے گئے ہیں، کچھ پہاڑوں میں چھپے ہوئے ہیں یا خیس زن ہیں۔ حاصل یہ ہے پوری مسلم آبادی کو منتشر کر دیا گیا ہے۔ نہ ہوائی حملوں سے پہلے اس کی پیش بندی کی گئی کہ آبادی کی حفاظت کا اہتمام ہو، نہ ان حملوں کے شروع کرنے کے بعد ایسی زیستی کا رہا کی کی گئی کہ آبادی کو تحفظ دیا جا سکتا۔ سارا کھیل اس طرح کھیلا گیا کہ سرب فاشی قوتوں کو مسلمانوں کو نکالنے کی پوری مہلت مل جائے اور تاریخ انسانی میں آبادی کی سرعت ترین متفقی عمل میں آجائے۔ یعنی دو تین ہفتوں میں ایک علاقے کی ۸۰ فی صد آبادی کا انخلا جو ۱۲ لاکھ سے متوجہ رہے!

اس انخلا اور پناہ گزینی کی صعوبتوں کے بعد ناٹو کوسووا کے تباہ شدہ علاقے بلکہ قبرستان اور کھنڈ رستان

میں اپنی فوجیں بھیج کر "محفوظ علاقے" بنائے گا اور ان پناہ گاہوں (enclaves) میں بناہ شدہ مسلمانان کو سودا کو دوبارہ آشیانہ بندی کی دعوت دی جائے گی اور یہ کام مغربی این جی اوز اسرائیلی ماہرین کے ذریعہ انجام دیا جائے گا۔ یوں بندوبست امن کے نام پر افبلیاً روس، جرمنی، قبرص اور یونان کی تحریک پر، لیکن دراصل سربوں بلکہ خود تسلی کشی کے مجرم میلا سوچ کی مرضی کے مطابق ملک کی تقسیم کا ایک نیا نقشہ سلطنت کر دیا جائے گا تاکہ صدیوں کے بعد مسلمانوں کے ارض بلقان میں ایک بار پھر یکجا ہو کر ایک یا ایک سے زائد مسلم ریاستوں کے قیام کے خواب کو آج ہی نہیں، مستقبل میں بھی شرمندہ تغیری ہونے کا موقع نہ مل سکے۔ اس بذریعہ میں مسلمانوں کو ایسے علاقے دیے جائیں گے جو قدرتی وسائل سے محروم، صنعتی ترقی میں خام اور مواصلات اور سماجی سروشوں کے باب میں تھی دامن ہوں۔ ان کو سب سے کم ترقی یافتہ علاقوں میں آباد کر کے معاشری، تعلیمی اور موافقانی معاملات میں سربوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے گا۔ ان کے ایک فوجی قوت نہ بن پانے کا اہتمام کیا جائے گا اور "حفاظت" اور "صلح کے تحفظ" کے نام پر یورپ (بیشمول روس) کی عیسائی اقوام کی مستقل سرپرستی اور تحفظ (protection) کے ذریعے ان کی داعیی ملکی مکومی کا بندوبست کیا جائے گا۔ یاد رہے کہ ملعہ ڈراتن کی ایک شق یہ بھی ہے کہ بوسنیا ہرزی گورنمنٹ کے تمام غیر ملکی مسلم مجاہدوں کو بے دخل کیا جائے گا اور آئندہ مسلمان ممالک کے مجاہدین کے آنے کا کوئی راستہ کھلانہیں چھوڑا جائے گا۔ انا لله وانا الیہ راجعون۔

تاریخ کا میہے ہے کہ فلسطین میں مقامی مسلمان اور عرب آبادی کو اپنے وطن سے زبردستی نکالا گیا۔ ۳۰ بے ۲۰ لاکھ فلسطینی دنیا بھر میں بکھر دیئے گئے اور ۳۰ لاکھ یہودی دنیا بھر سے لاکر سر زمین فلسطین کے ان اصل یا سیوں کی جگہ ارض فلسطین کے نئے قابض بنا دیے گئے اور اب فلسطینی ایک ایک انج زمین کے لیے ترس رہے ہیں۔

ریاست جموں و کشمیر جس کی ۸۵ فی صد آبادی مسلمان ہے اس کے منتخب نمائندوں نے تقسیم ملک سے دو ماہ اگسٹ ۱۹۴۷ کو باقاعدہ اسمبلی کے ذریعے پاکستان کے ساتھ اپنے الحلق کی قرارداد منظور کی مگر ۷ اکتوبر ۱۹۴۷ بھارت کی فوج نے محض قوت کے بل پر کشمیر پر قبضے کا خونیں ڈراما رچایا۔ جموں اور کشمیر کے لاکھوں مسلمانوں کو مہاجر بنا دیا اور آج تک ان کو حق خود ارادت سے محروم رکھا گیا ہے۔

ارض بلقان میں ان دونوں حکومت ہمیلوں کے امتزاج سے ایک خونیں کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ بوسنیا ہرزی گورنمنٹ یا کوسووا، اور کل مقدونیہ ہو (جمل سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ایک تلنگانی آبادی مسلمان ہے لیکن فی الحقیقت نصف آبادی مسلمان ہے جس میں البانوی الاصل تین چوتھائی ہیں) یا سنجق (SANJAQ) (جمل ۳۷ فی صد مسلمان ہیں، سب جگہ ایک ہی بغاوی حکومت عملی پر عمل ہو رہا ہے،

ترتیب اجرا اور انداز تسفیہ میں تبدیلوں کے ساتھ! میلا سوچ اور سرب اصل مجرم ہیں لیکن وہ ساری اقوام بشوں مسلمان حکمران جن کے سامنے یہ سارا کھیل کھیلا جا رہا ہے اور ناؤ (جو دعووں میں بہت تیز اور بلند بالگ گر عمل کے میدان میں بڑی کوتاہ اور جرس، بلکہ یہ کہنا بھی خلاف واقعہ نہ ہو گا کہ صرف وہی اقدام کرنے والی جو پلا آخر اس عظیم منصوبے کے ہوتے کار آنے میں مدد و معافون ہو سکیں) کیسے ذمہ داری سے بری کیے جاسکتے ہیں؟

کوسووا میں جو کچھ ہو رہا ہے، وہ یہی ہے۔ میلا سوچ نے کوسووا کی ۹۲ فی صد مسلمان آبادی اور استحواب میں ان کے ۹۹ فی صد کے باقاعدہ اطمینان رائے اور باضابطہ انتقالات کے نتیجے میں رونما ہونے والے صدر اور نمایندوں کے متفقہ اعلان آزادی کو نہ صرف محکرایا بلکہ ان پر ظلم و تشدد کی ایک نہ ختم ہونے والی یلخار کر دی جو ۱۹۹۲ سے آج تک جاری ہے۔ اقوام متحده، یورپ، مسلمان ممالک کسی نے بھی بڑھ کر ان کے آزادی کے حق کو تسلیم نہ کیا۔ اب بھی فرانس کی سر زمین پر ناؤ نے جو معلمہ امن تشکیل دیا ہے اس میں کوسووا کو سریسا کا حصہ رکھا گیا ہے اور کوسووا بریشن آرمی کو دباؤ کے تحت اس نیم عماری کے مقام کو قبول کرنے پر مجبور کیا ہے جسے میلا سوچ نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اب ناؤ کے اقدام کے بعد برق رفتاری سے، جو پہلے سے طے شدہ منصوبے اور انتظامات کے بغیر ممکن نہ تھی، اس نے اہل کوسووا کو اپنے گھروں سے نکال کر دنیا بھر میں منتشر کر دیا ہے۔ کل اگر کوئی نام نہاد محفوظ علاقے بن بھی جاتے ہیں اور ۵۰ ہزار سے ایک لاکھ مسلمانوں کی شہادت اور ۱۲ لاکھ افراد کے بے گھر اور بے سرو سامان ہونے اور اپنی عمر بھر کی پوچھی لٹادینے اور در در کی بھیک مانگنے کے بعد ان مظلوم اور بے بس انسانوں کو اپنے ہی لئے ہوئے اور جلے ہوئے آشیانے پر واپس بھی لے آیا جاتا ہے تو حاصل کیا ہوا..... چند نام نہاد محفوظ علاقے جو کبھی تاریخی وطن نہ بن سکیں، جن کی مستقل مختاری بیرونی طاقتیوں پر ہو، جو ترقی کے لیے پھر سریوں ہی کی طرف دیکھنے کے کے لیے مجبور ہوں۔ گویا ہمیشہ کے لیے اپنے ہی گھروں میں قید کی زندگی گزارنے کو تیار ہوں! کیا یہ ہے اس تباہی کا حاصل؟ کیا پہ ہے وہ نئی دنیا جسے ہنانے کے لیے ناؤ فوجی طاقت استعمال کر رہا ہے اور ان تین ہفتوں میں ۶ بلین ڈالر خرچ کر چکا ہے جبکہ کوسووا کے مسلمان بے گھر بھی ہوئے اور نان جویں کے لیے بھی دوسروں کے آگے بے کسی کا ہاتھ بڑھا رہے ہیں۔

ان حقائق کی پشت پر جو تضادات ہیں ان پر بھی نگاہ ڈالنے کی ضرورت ہے اس لیے کہ ان کی کوئی عقلی تبییز یا توجیہ بظاہر مشکل نظر آتی ہے۔ عموماً مغرب اپنی وسیع المشرقی، رواداری اور جموروی اقتدار کو اپنا مذہب قرار دینے کے لیے مشور سمجھا جاتا ہے۔ پھر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ تعدد یعنی pluralism پر ایمان

رکھتا ہے اور ایک سے زائد شفافتوں اور مذاہب کو بے یک وقت درست سمجھتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۹۷۲ء میں جب اس صدی کا سب سے اہم واقعہ یعنی نظریاتی بنیاد پر پاکستان کا قیام بطور ایک اسلامی ریاست کے ہوتا ہے، تو بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر اسے توڑنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے اور آخر کار جب ۱۹۷۷ء میں یہ ریاست دو حصوں میں بٹ جاتی ہے تب بھی یقینہ ملک کو غیر متحکم کرنے کے لیے تجزیی قوتوں کی حمایت کی جاتی ہے۔ پاکستان ہی نہیں، الجزاں ہو یا افغانستان، جب بھی سیاسی عمل اور جمہوریت کے ذریعے اسلامی تحریکوں کے بر سر اقتدار آنے کا کوئی امکان نظر آیا ہے، مغرب کے نام نہاد جمہوریت پرست افراد نے ہمیشہ اسلامی عناصر کا راستہ روکنا چاہا ہے۔ بوشیا ہرذی گووینا کے مسلمانوں کا واحد جرم یہی تو تھا کہ جب انھیں اپنے مسلمان ہونے کا احساس ہوا تو انہوں نے یورپ میں ایک عادلانہ جمہوری ریاست قائم کرنا چاہی لیکن یورپ نے اپنے تعدد (pluralism) کے بلند بانگ دعوؤں کے باوجود ایک مسلم ریاست کے قیام کو اپنے لیے خطرہ سمجھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یورپ کا ضمیر اپنے کثیر المذاہبی سیکولر ازم (Secular and Religious Pluralism) کو "مقدس" قرار دینے کے باوجود اپنے مادہ پرستانہ نظام کے مقابلے میں اپنی جغرافیائی حدود میں کسی دوسرے تصور ریاست کو برواشت کرنے پر آمادہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے بالکل درست فرمایا تھا:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرَسُولِهِمْ لَكُنْهُ جَنَاحُكُمْ تِبْيَانٌ أَرْضِنَا أَوْ لَتَغْوِيْنَا فِي مَلِيْتَنَا - آخر کار منکرین نے اپنے رسولوں سے کہہ دیا کہ یا تو تمھیں ہماری ملت میں واپس آنا ہو گا ورنہ ہم تمھیں اپنے ملک سے نکال دیں گے (ابراهیم: ۱۳: ۱۳)۔

اسلامی تحریکوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی اور جہاں کہیں، نسلیت و عصیت سے بلند ہو کر توحید خالص کی دعوت پیش کی گئی طاغوت نے یہی کہا کہ یا تو ہمارے رنگ میں رنگ جاؤ، ہوا کے رخ پر چلو، دنیا کے نام نہاد یک قطبی اجراہہ داروں سے دوستی و تعلق پیدا کرو، ورنہ تمھیں خود ہمارے اپنے ملک میں اجنبی ہنا دیا جائے گا یا ملک سے باہر نکال پھینکا جائے گا۔ انسانی حقوق کی پامالی کے مجرم میلا سووچ کا عقیدہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر وہ فرد جس کو اپنی رگوں میں مسلمان خون ہونے کا احساس ہے، کوسووا میں چھ سو سال رہنے کے باوجود اجنبی المبانی ہے! ہاں اگر اس کا خون سفید ہو جائے اور وہ نسلی طور پر سربوں کی افضلیت و فویت کو تسلیم کر لے تو اسے دوبارہ انسان کا مرتبہ دیا جا سکتا ہے۔

سرب دہشت گرد میلا سووچ کا یہ فلسفہ دلچسپ ہے کہ تقریباً چھ سو سال سے کوسووا میں بننے والے مسلمان مخفی اس بنا پر کہ ان میں سے کچھ کے آباؤ اجداؤ کے خون میں ترک خون شامل تھا اور وہ المانیہ کے راستے پہلی آکر مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے، انھیں قیامت تک کوسووا کا باشندہ تسلیم نہیں کیا جائے

گا اور جب چاہے انھیں ملک بدر کر کے ان کی شریعت کو منسون کیا جاسکتا ہے۔ اگر اس اصول کو درست مان لیا جائے تو جو لوگ اپنے آپ کو امریکی کہتے ہیں فی الحقيقة ان میں سے کوئی بھی امریکی کملانے کا مستحق نہیں ہے۔ ابھی سوا دو سو سال ہی کی تو بات ہے کہ یہ افراد آئرلینڈ، برطانیہ، فرانس، جرمن، ایشیان اور افریقہ کے مسلم علاقوں سے آکر امریکہ میں آپلو ہوئے۔ ان سب کے آبا و اجداد کا خون نسلی طور پر خالص نہ تھا۔ کیا صرف اس بنا پر آج تک جتنے صدر اور عوای نمائندے کا گرس میں منتخب ہوئے غیر امریکی قرار دیے جاسکتے ہیں؟

کوسووا مغرب کی متعصب طاقتوں کے ہاتھوں انسانی حقوق کی پالیسی کی بدترین مثال ہے لیکن امت مسلمہ کے لیے اس میں غور کرنے کے کافی اہم پہلو ہیں۔

ہمیں خود اختیابی کر کے یہ دیکھنا چاہیے کہ ۱۹۹۲ سے آج تک سات سال کے عرصے میں جو تحریر دیوار پر صاف نظر آ رہی تھی اور جو صورت حال اتنی خراب ہو چکی تھی کہ گویا بارود میں محض ایک دیا سلامی دکھانے کی دیر ہو، اسے دیکھنے اور سمجھنے کے باوجود ہم نے سات سال کے عرصے میں اپنا فریضہ کس حد تک ادا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو امت مسلمہ کو ایک جد واحد بنانا چاہا تھا۔ کیا ہم نے آپ کے ارشادوں کی ہدایت میں ان مظلوموں کی غفرنگی یا انھیں مستضعفین فی الارض بننے دیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: مومنین کی مثال آپس میں محبت، رحم اور ہمدردی میں ایک جسم کی طرح ہے۔ اگر (اس جسم) کے ایک عضو میں درد ہو تو پورا بدن بے خوابی اور درد کو محسوس کرے گا۔

آج کوسووا جل رہا ہے، ہولہاں ہے اور اس کے جسم سے بننے والا ہر قطرہ احمد احمد کی آواز کے ساتھ گر کر زمین میں جذب ہو رہا ہے۔ خون کی کثرت نے سٹھ زمین کی سنگلاغی کو ایک دلدل میں بدل دیا ہے۔ کیا ان گرے زخموں کی تکلیف کو جو امت مسلمہ کے عضو عضو پر لگے ہیں، ہم حدیث نبویؐ کی روشنی میں اپنے قلب میں محسوس کر رہے ہیں۔ کیا مسلم حکمران اور ادارے اس نازک موقع پر حرکت میں آئے ہیں؟ کیا اس امت مسلمہ نے جو محض ایک شرگجرات میں پاکستان اور بھارت کے درمیان کرکٹ میچ کے لیے ۲۵ لاکھ کی رقم جمع کر سکتی ہے اور دوہنی میں ہو و لعب کی محفلیں گرم کر سکتی ہے، اس نازک مرطے پر اس نے اپنے فرض کو محسوس کیا ہے۔ کیا ملک عزیز کی دینی جماعتوں نے اپنا فرض ادا کرنے کی جانب قدم اٹھائے ہیں؟

کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بزرگ خویش یہ سمجھتے رہیں کہ ہم ایسی طاقت بھی ہیں اور تعداد کے لحاظ سے بھی دنیا کا پانچواں حصہ ہیں، اس لیے کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا، جب کہ ہماری اصل کیفیت سمندر کے

جماع کی سی ہو۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے: عنقریب اقوام عالم تم پر اس طرح نوت پڑیں گی جس طرح کھانے والے دسترخوان پر نوت پڑتے ہیں۔ کہا گیا کہ کیا اس روز ہم لوگ تعداد میں بہت تھوڑے ہوں گے، فرمایا نہیں بلکہ تم اس روز تعداد میں بہت زیادہ ہو گے لیکن تمہاری مثل پانی کی سطح پر بننے والی جماعت کی طرح ہو گی۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری بیت نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں کمزوری ڈال دے گا۔ پوچھا گیا کہ کمزوری کیا چیز ہے یا رسول اللہ؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے فرار۔

اگر امت مسلمہ کے دل سے احساس زیاد جاتا رہا تو کیا اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے؟ ان حالات میں اسلام کے علم برداروں کا فریضہ کیا ہے؟ انھیں اپنے حقیقی دشمن کو پہچانتا چاہیے اور عالمی نظام سرمایہ داری کے طاغوت اور اتحاصی نظام کو اپنا ہدف بناتا چاہیے۔ معركہ حق و باطل میں جب شیطانی قوتیں معاشری، سیاسی، معاشرتی، ثقافتی اور ابلاغی عامل کے ذریعے کو استعمال کرتے ہوئے امت مسلمہ کے ہر عضو پر ضرب لگا رہی ہوں تو اگرچہ بیانات قراردادوں، مظاہروں اور نعروں کے ذریعے احتجاج کرنا بھی ضروری ہے لیکن مسئلے کے حل کے لیے عملی اور موثر اقدامات کرنا ناگزیر ہے۔ فی الحقيقة ہمیں ایک ایسے ہمہ کیر انقلاب کی ضرورت ہے جو نکرو عمل کو، خاندان کو، معاشرے کو اور آخر کار نظام حیات کے ہر گوشے کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی بندگی میں لے آئے۔

میلاسوج کی شکل میں نسلی عصیت کا عفریت یورپ کے مسلمانوں کو محض اس بنا پر مٹا دینے کے درپے ہے کہ وہ مسلمان ہیں۔ دوسری طرف مسلمان ممالک میں یہ بولبھی، کہیں ایسے امرؤں کی شکل میں اور کہیں ایسے فاشیت نظاموں کی شکل میں ظاہر ہوتی ہے جو بظاہر ہمہ وقت جسموریت کی تسبیح پڑھتے رہتے ہیں لیکن جب چاہیں عوای جذبات و احساسات اور ملکی مقادات کے خلاف عوام الناس پر جبرو تشدد کرنے، انھیں زدو کوب کرنے، ان پر لاٹھیوں کی بارش اور زہریلی گیس استعمال کرنے سے دربغ نہیں کرتے۔ ایسے حالات کو سووا میں ہوں یا اپنے وطن عزیز میں، اسلامی تحریکوں کا لائجہ عمل حنات اور اچھائیوں سے سینات اور برائیوں کا مقابلہ کرنا ہے۔ تحریک اسلامی کی اصل ڈھال ممبر اور تقویٰ ہیں اسے جمل کہیں بھی اتنا و آزمائش کا سامنا ہوتا ہے اخلاق اور اخلاص عمل ہی اس کا اسلحہ اور فتح و کامرانی کا ذریعہ ہیں۔

کوسوا میں ظلم کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اپنے ان مظلوم بھائیوں اور بہنوں سے اظہار یک جمیعی کے لیے ان کی انسانی، مالی، سیاسی اور مادی امداد دل کھول کر کی جائے۔ ایک عام شری اگر اور کچھ نہیں کر سکتا تو کم از کم ہر سربراہ خاندان یہ تو کر سکتا ہے کہ وہ جو کچھ اپنے خاندان پر ایک ہفتہ میں خرچ کرتا

ہے اس کا نصف یعنی صرف ۳ دن میں ہونے والے خرچ کو اللہ کی راہ میں کوسووا کے مظلوموں کی امداد کے لیے دے دے۔ مدیران جرائد و اخبارات کا فرض ہے کہ اپنے قارئین کو اس مسئلے کی تغییر سے مطلع کریں، ساتھ وہ اپنے اخبار میں بلا معاوضہ ایسے اشتہار شائع کریں جن میں امداد کی اپیل ہو۔ غیر سرکاری تنقیموں کا فرض ہے کہ وہ طبی اور مادی امداد کی فراہمی کا بندوبست کریں۔ ارباب حکومت کا فرض ہے کہ وہ نہ صرف خود مالی اور مادی امداد فراہم کریں بلکہ قوی ایئر لائن کے ذریعے تمام امدادی سلمان مفت بھجوائیں۔ ان قلیل المیعاد اقدامات کے ساتھ ہی اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ کوسووا کے مظلوم مسلمانوں کے مسائل کے حل کے لیے ایک طویل المیعاد منصوبہ بنایا جائے جس میں تعلیم، تربیت، معاشرت، معیشت، دفع غرض ہر میدان میں ان کی امداد میں اپنے حصے پر غور کیا جائے۔ اشتراکی آمریت کے دور میں مسلمانوں کو بہت سے شعبوں میں ترقی کے موقع نہیں ملے اور جب تک ان تمام شعبوں میں وہ قیادت کے مقام تک نہ پہنچیں مسائل کا حل نہیں ہو سکتا۔

یہ درست ہے کہ جہاد بالسیف افضل ترین جہاد ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ تعلیم و تربیت وہ کلید ہے جو شاہراہ ترقی و فلاح تک لے جاتی ہے۔ اسلام ہم سے توازن و عدل کا مطلب کرتا ہے جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عسکری تیاری کے ساتھ ساتھ تعلیم، سائنس، معیشت و معاشرت اور ثقافت ہر میدان میں محنت و کوشش سے علمی و فنی کمال حاصل کیا جائے۔ نہ صرف کوسووا کے لیے بلکہ یورپ میں مسلمانوں کی قیادت کے لیے اس کے بغیر عسکری فتح ہاگی ہو گی۔ اب جب کہ کوسووا کے مسلمانوں کے اندر کامسلمان جاؤ اٹھا ہے اور: ع

مسلمان کو مسلمان کر دیا طوفانِ مغرب نے

تو اسے صحیح انداز میں تعلیم و تربیت کے ذریعے ایسے شاہین میں تبدیل کرنے کی ضرورت ہے جو مغرب کی ذہنی و شفاقتی غلامی سے آزاد ہو کر توحید خالص کی بنیاد پر ایک عادلانہ نظام کے قیام کا ذریعہ بن سکے۔